۲۰/سال شفقتوں کے سائے میں

(تذکرہ حضرت مولانا موسیٰ ماکڑودی صاحبؒ)

از قلم:
زبیر احمد آچھودی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۰؍سال شفقتوں کے سائے میں

تذکرہ: حضرت مولانا موسیٰ ماکڑودی صاحب نوراللہ مرقدہٗ

ازقلم: زبیر احمد آچھودی

خادم: حضرت والانوراللہ مرقدہٗ

یہ دنیا آنی جانی ہے، جو آیا ہے جانے ہی کے لیے آیا ہے، یہاں کسی کو دوام نہیں؛ لیکن بعض شخصیتیں اپنے بعد، دلوں پر اَنمٹ نقوش چھوڑ جاتی ہیں، ان کی یادیں، باتیں اور شفقتیں رہ رہ کر دل کو تڑپاتی ہیں اور پھر یہی تڑپ آنسو بن کر آنکھوں سے چھلکنے لگتی ہے۔ ایسی ہی ایک شخصیت، محسنِ قوم وملت حضرت اقدس مولانا موسیٰ صاحب ماکروڈی نوراللہ مرقدہٗ کی تھی۔

(۱) حضرتؒ کی پہلی زیارت وملاقات:

دارالعلوم فلاحِ دارین، ترکیسر سے فارسی دوم مکمل کر کے بندہ مرکز اسلامی، انکلیشور عربی اول میں داخلہ کے لیے حاضر ہوا، مدرسہ میں وقفہ ہو چکا تھا اور حضرتؒ بمبئی کے سفر کے لیے پابہ رکاب تھے، ملاقات ہوئی تو بندہ کو مولانا یونس صاحب آنکروڈیؒ کے حوالہ کیا اور داخلہ کی کاروائی مکمل ہوئی۔ بندہ عام طور پر مدرسہ کے احاطے ہی میں رہتا تھا؛ اس لیے حضرت سے ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ ترکیسر کی دوسالہ تعلیم میں اساتذۂ کرام کی توجہات کی برکت سے قرآن کریم پر تھوڑی بہت محنت کی توفیق ہوئی؛ جس کی برکت سے مرکز اسلامی میں امامت کے مواقع ملتے رہے، اوراس کے طفیل حضرتؒ کی خصوصی توجہات وعنایات حاصل رہیں، بعض مرتبہ کسی جلسے یا پروگرام میں تشریف لے جاتے تو بندہ کو بھی حضرت کے ساتھ ایک خادم کی حیثیت سے رفاقت کا سنہرا موقع ملتا۔ دورانِ تعلیم حضرتؒ خوب توجہ فرماتے اور وقتاً فوقتاً مالی تعاون بھی کرتے اور یہ صرف میری ہی خصوصیت نہیں تھی؛ بلکہ ہر محنتی، ذی استعداد اور اچھا قرآن پڑھنے والے طالب علم کے ساتھ حضرتؒ کا یہی سلوک ہوتا تھا۔

(۲) طلبا پر خصوصی عنایات:

مشکوۃ شریف کا سال تھا، شیخ الحدیث جامعہ، مولانا معین الدین مرآد آبادیؒ کی خدمت میں حاضری کی سعادت ملتی رہتی تھی۔ حضرت مہتمم صاحبؒ اور حضرت شیخ الحدیثؒ صاحب دونوں فجر بعد ساتھ چائے نوش فرماتے، بندہ حاضر تھا، مہتمم صاحبؒ نے بندہ سے متعلق حضرت شیخ سے پوچھا کہ زبیر مشکوٰۃ میں ہے، فراغت کے بعد اس کو کہاں بھیجا جائے؟ تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے فوراً فرمایا، اس کو تجوید سے مناسبت ہے، قرآن اچھا پڑھتا ہے! لہذا قاری بنایا جائے۔ فوراً حضرت مہتمم صاحبؒ نے ترکیسر کا فیصلہ فرمایا، چناں چہ فراغت کے بعد ترکیسر بھیجا اور یہاں اساتذہ سے بندہ کے بارے میں بار بار فون سے احوال معلوم کرتے رہے۔ استاذ مکرم حضرت قاری محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم سے خصوصی طور پر دریافت کرتے رہتے تھے؛ بلکہ وقتاً فوقتاً جمعہ کے دن یا تعطیلات میں انکلیشور بلاتے، تعلیمی کیفیات معلوم کرتے اور خصوصی مہربانی وشفقت سے پیش آتے اور مالی تعاون فرماتے۔

صدیق مکرم، مرحوم مولانا آصف آچھودی صاحبؒ اور بندے کی دورانِ تعلیم ہر طرح کی ضروریات کا خیال فرماتے تھے، ماہانہ وظائف سے بھی نوازتے تھے۔

(۳) مرکز اسلامی میں تقرر اور حضرت کی رہنمائی:

ترکیسر سے تجوید کا سال مکمل کیا تو استاذ مکرم حضرت قاری یعقوب کوساڑی صاحب دامت برکاتہم اور صاحب زادۂ گرامی حضرت مولانا اسماعیل مانکروڈیؒ سے کہہ کر بندہ کا شعبۂ تجوید میں تقرر کیا جب کہ حضرتؒ اس وقت امریکہ میں مقیم تھے۔

اب چوں کہ بندہ وہاں مدرسہ کے ایک استاذ کی حیثیت سے تھا؛ اس لیے ادارہ کے ساتھ وفاداری، اوقات کی پابندی، طلبا کے ساتھ شفقت ومحبت اور اساتذہ کے ساتھ کس طرح رہنا ہے، نیز ادارہ کا علمی، تعلیمی، تربیتی اور مالی تعاون کس طرح کرنا ہے، ساری باتیں اپنے تجربات کی روشنی میں سمجھاتے رہتے تھے اور خوب رہنمائی فرماتے تھے۔

آج جب کہ حضرتؒ ہمارے درمیان نہیں ہیں، قدم قدم پر حضرتؒ کی شخصیت کی کمی محسوس ہو رہی ہے،

نگاہیں حضرتؒ کو ہر جگہ تلاش کرتی ہیں ع رہے گا ساتھ تمہاری یاد کا سایہ

(۴) امامت کی ذمہ داری اور حضرتؒ کی قیمتی نصیحتیں:

مرکز اسلامی میں تقرر کے تین ماہ بعد بندے کو عارضی طور پر شہر کی مرکزی مسجد میں امامت کا موقع ملا، اس وقت حضرتؒ امریکہ ہی میں قیام پذیر تھے، ہندوستان آنے کے بعد جب حضرت کو اس کا علم ہوا تو بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور کہا کہ ''میری دیرینہ تمنا تھی کہ مرکز اسلامی کا کوئی استاذ شہر کی کسی مرکزی مسجد میں امام ہوتا؛ تاکہ اہلِ شہر سے مدرسے کے روابط بہتر ہوں۔'' پھر بڑی قیمتی نصیحت فرمائی، فرمایا:

''اذان سے قبل مسجد پہنچ جائیں اور سنن ونوافل مسجد ہی میں ادا کرنے کی کوشش کریں، اس سے مصلیوں پر مثبت اثر پڑتا ہے اور دینی ودعوتی کام میں اس سے تعاون حاصل ہوگا۔''

جب مکان کی بات آئی تو حضرتؒ نے مشورہ دیا کہ ''آپ مسجد ہی کے قریب کسی مکان میں رہیں؛ اس لیے کہ مدرسہ میں اگر دو پانچ منٹ کی تاخیر ہوگئی تو آپ رجسٹر میں وقت لکھ سکتے ہیں؛ لیکن نماز کے لیے مصلّی، امام کا انتظار نہیں کریں گے؛ اس لیے بہتر ہے کہ آپ وہیں شہر ہی میں رہیں۔'' ان دونوں نصائح پر عمل کرنے کے فوائد بندہ آج کُھلی آنکھوں دیکھ رہا ہے۔

جزاهم الله تعالىٰ أحسن الجزاء ورحمه الله تعالىٰ رحمة واسعة!

(۵) کلام پاک سے والہانہ وعاشقانہ تعلق:

حضرت اقدس مولانا معین الدین صاحبؒ کے ساتھ فجر بعد کی مجلس میں اکثر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: ''میری تو یہی تمنا ہے کہ ادارہ میں اگر کچھ بھی نہ ہو صرف قرآن کریم ہی کی تعلیم ہوتی رہے تب بھی کافی ہے، بہت بڑی بات ہے۔''

درجۂ حفظ اور دینیات اور شعبۂ تجوید وقراءت کے طلبا کو قرآن کریم کے ساتھ تعلق پیدا کرنے، اور دن رات اسے اپنا اوڑھنا بچھونا بنانے کی خوب تلقین فرماتے رہتے۔ نیز مدرسے کی مسجد کے ائمہ کو تو خوب تاکید کرتے؛ بلکہ بعض مرتبہ تو بذات خود رکوع کی تعیین فرماتے کہ آج فجر میں فلاں سورت کا فلاں رکوع پڑھیں وغیرہ۔ بندہ کو بارہا کہا کہ ''سورۂ یوسف پڑھا کرو، مجھے سورۂ یوسف بہت پسند ہے۔'' تلاوت کے وقت ترجمہ والا قرآن لے کر بیٹھتے؛ گویا تدبر وتفکر کے ساتھ آپ تلاوت فرماتے تھے۔

(۶) اہلِ شہر 'انکلیشور' کی فکر:

بندہ سے ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ ہمیں شہر کے باشندوں کے قرآن کی فکر کرنی چاہیے، تو بندے کی صبح کی پہلی گھنٹی خالی کروائی اور مکلّف کیا کہ فجر بعد اپنی مسجد اور محلے کے مصلیان کا قرآن صحیح کراؤ؛ چناں چہ بندے نے حضرتؒ کی اس بات پر عمل کیا اور مسلسل دو، تین سال تک اس پر خوب محنت کی سعادت حاصل ہوئی۔ الحمدللہ علیٰ ذلک!

(۷) شہر میں محفلِ حسنِ قراءت کا انعقاد:

حضرتؒ ہی کی کوششوں اور فکروں سے شہر میں اولاً محفلِ حسنِ قراءت کا انعقاد ہوا، استاذ مکرم حضرت الاستاذ قاری محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم، قاری عبدالعزیز صاحب دامت برکاتہم اور ترکیسر کے دیگر اساتذۂ کرام اور انکلیشور کے دیگر قرائے کرام کو مدعو فرما کر محفلِ قراءات کا آغاز کروایا۔ اس کے بعد آپ ہی کی کوشش اور دعاؤں کی برکت سے شیخ عبدالناصر حفظہ اللہ کے پروگرام شہر میں ہوئے۔

محفلِ قراءات کی ہر مجلس سے پہلے بندے سے فرماتے کہ دیکھو بیٹا! اصل پروگرام ان قراءِ کرام کا ہے؛ اس لئے ہماری گفتگو بہت ہی مختصر ہو، ان قراءِ کرام کو زیادہ سے زیادہ وقت دیا جائے تاکہ لوگ ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ ان کوششوں کی برکت سے شہر میں قرآن کریم کی ایک فضا تیار ہوئی اور لوگوں کا قرآن کریم کی طرف رجحان ہوا۔

آپ اپنے گاؤں ''دیوا'' کو ہرگز نہیں بھول سکتے تھے؛ چناں چہ ''دیوا'' میں بھی ایک محفلِ حسنِ قراءت کا انعقاد کروایا اور بذاتِ خود اس کا سارا انتظام وصدارت کی ذمہ داری انجام دی، یہ آپؒ کی صدارت میں ہونے والا آخری اجلاس تھا۔

اسی طرح استاذ مکرم حضرت قاری محمد صدیق صاحب کے ''رائیہ'' کے اسباق کے سلسلے میں بھی خوب دلچسپی لیتے، خود کئی مرتبہ ان دروس میں شرکت فرماتے اور اپنی جیبِ خاص سے بندے کو ایک بڑی رقم عطا کی اور فرمایا کہ ان آنے والے مہمانوں کا اکرام کیا جائے؛ چناں چہ کئی مرتبہ ان کی دعوت کی گئی اور بندہ کو خاص طور پر تاکید فرمائی کہ اس کا کسی سے ذکر نہ کریں۔

اب چوں کہ حضرتؒ اس دنیا میں نہیں رہے؛ اس لیے ان محاسن اور خوبیوں کو بندہ بیان کر رہا ہے۔ باری تعالیٰ ہمیں بھی قرآن اور صاحبِ قرآن سے ایسا تعلق عطا فرمائے۔ آمین!

(۸) مرکزِ اسلامی کا اہتمام اور احساسِ ذمہ داری:

مدرسہ مرکز اسلامی سے حضرت کو خاص لگاؤ تھا، وقت سے پہلے حاضری، چھٹی کے بعد دیر تک مدرسہ ہی میں رہنا، فجر سے بہت پہلے تہجد کے وقت مدرسہ میں حاضری اور بذات خود طلبا کو فجر کے لیے بیدار کرنا حضرتؒ کا برسوں کا معمول تھا۔

نماز فجر کے بعد ذکر کے حلقے اور ڈائننگ ہال میں چائے کی نگرانی بھی خود فرماتے؛ طلبا کے فارغ ہونے کے بعد حضرت مولانا معین الدین صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر دونوں بزرگ چائے ناشتہ کرتے اور پھر حضرتؒ آفس میں تشریف لے جاتے۔

ساری نمازیں مدرسہ ہی کی مسجد میں ادا فرماتے؛ طلبا کی ہر طرح کی رہنمائی فرماتے، اوقات کی پابندی، نماز وغیرہ کا خصوصی اہتمام کرنے کی تاکید فرماتے، صفائی ستھرائی، لباس، وضع قطع، جوتے چپل وغیرہ میں سلیقہ مندی کی تاکید کرتے تھے۔

اساتذہ کے ساتھ بھی حضرتؒ کا معاملہ انتہائی شفقت و محبت کا ہوتا تھا، سب کے ساتھ ہمدردی، خیر خواہی حضرتؒ کا خصوصی وصف تھا۔

آپ کا استقلالی مزاج بھی قابلِ تقلید تھا، جس کا مشاہدہ بابری شہادت کے موقع پر شہر میں پھوٹ پڑنے والے فرقہ وارانہ فسادات کے دوران ہوا۔

بارگاہِ ایزدی سے دور اندیشی و فراست کا وافر حصہ آپ کی ذات میں ودیعت کیا گیا تھا، جس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ بابری شہادت کے وقت ادارہ کی املاک بھی جب فسادات کی زد میں آئیں تو آپؒ نے سرمایہ کاروں کو متوجہ فرما کر ادارہ کے اردگرد مسلم آبادی کی بنیاد ڈلوائی اور کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی آبادی پر مشتمل اطراف کا پورا علاقہ ادارہ کے لئے ایک حفاظتی حصار کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۹) حضرت والاؒ کے معمولاتِ مدرسہ:

حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ صبح بہت جلدی مدرسے میں حاضر ہوجاتے، تیقن حاصل کر لیتے؛ تاکہ بالفرض کسی کی غیر موجودگی کی صورت میں اس استاذ سے متعلق طلبا کا نظام بنایا جائے اوران کا وقت ضائع نہ ہو۔مولانا زبیر صاحب،مولانا سہیل صاحب وغیرہ کوبھی اس بات کا مکلّف کیا تھا کہ دن بھر کی ضروری باتیں اور ضروری امور ایک کاپی میں روزانہ حضرتؒ کے سامنے پیش کردیں جس میں اساتذہ وطلبا کے غیر حاضری کی تفصیلات ووجوہات درج ہوتیں۔

نیز بندے کو بورڈنگ کے معائنہ کا مکلّف کررکھا تھا کہ کون کون طالب علم درس گاہ میں حاضر نہیں ہو پایا ہے اور کیوں؟ اگر بیمار ہوتو اس کے علاج ومعالجے کا انتظام کیا جاتا،اس کے علاوہ بندے کواس بات کا بھی پابند کیا تھا کہ میں روزانہ حضرتؒ کو رپورٹ دوں کہ بورڈنگ میں کس چیز کی ضرورت ہے۔

ساڑھے نو بجے دفتر کے کلارک کو دن بھر کا نظام الاوقات حوالے کرتے اوراس کے مطابق دفتری امور انجام پاتے تھے۔بارہ بجے کے قریب حضرت اپنے گھر تشریف لے جاتے اورظہر سے قبل پھر حضرتؒ مدرسہ میں تشریف لے آتے۔مختصر سے وقت میں کھانا اور قیلولہ وغیرہ سے فارغ ہوکر مدرسے میں حاضر ہوجاتے تھے اور عصر تک مدرسے میں رہتے اور بعد عصر تفریح کے لئے تشریف لے جاتے۔

مغرب کے بعد دورۂ حدیث شریف کے طلبا کو لے کر بیٹھتے اورانھیں سنت کے مطابق نماز کی عملی مشق سکھاتے،خطبۂ نکاح،غسلِ میت اورکفن دفن کے طریقے سکھاتے اورساتھ ساتھ کچھ عملیات کی لائن کی چیزیں ''اعمالِ قرآنی'' (حضرت تھانویؒ) سے سکھاتے تھے؛ تاکہ طلبا امت کی اس نوع کی بھی خدمت کرسکیں اور شرکیہ اعمال سے اس طرح امت کی حفاظت ہوجائے۔

حضرت والاؒ کا ہر جمعہ کا معمول تھا کہ مغرب کی نماز کے بعد مسجد ہی میں درجۂ حفظ سے لے کر دورۂ حدیث تک کے تمام طلبا کی حاضری لیتے،بذاتِ خود مسجد میں حاضر رہتے اورنگرانی فرماتے اور یہ آپؒ کا ہر جمعہ کا معمول تھا،اس میں سوائے سفر کے کبھی ناغہ نہ ہوتا تھا۔

غیر حاضر طلبا کی بازپرس بھی ہوتی اورقابلِ مؤاخذہ بات پر تنبیہ بھی ہوتی تھی،اس سے طلبا کے تئیں آپ

کی فکرمندی اور مغرب بعد کی تعلیم کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے؛ گویا مرکز اسلامی اور طلبا کی ہر نوع کی ترقی آپ کے رگ وریشے میں رچی بسی ہوتی تھی۔

(۱۰) حضرتؒ کا مزاج اور مہمان نوازی:

حضرتؒ ہمیشہ خوش وخرم، ہشاش بشاش رہتے تھے، مہمان نوازی میں تو آپ ضرب المثل تھے، آپؒ بندے کو مہمان نوازی کے عجیب وغریب گُر اور طریقے سکھاتے تھے، فرماتے کہ: پہلے سے مہمان کی ضیافت کی تیاری ہر طرح کی ہونی چاہیے، ان کا خوب خیال رکھا جائے؛ چناں چہ آپ مہمان کا اپنے دفتر کے باہر کھڑے رہ کر استقبال کرتے اور مہمان کے جانے تک ان کے قیام وطعام کا مکمل انتظام فرما لیتے۔ کون سی چیز کہاں سے ملے گی؟ کون سی چیز کہاں رکھنی ہے؟ کس مہمان کو کون سی چیز کی کس وقت ضرورت پڑے گی وغیرہ امور ہمیں سکھاتے اور سمجھاتے تھے اور پھر مہمان کے رخصت ہونے تک بہت ہی مستعدی کے ساتھ سارے امور اپنی نگرانی میں انجام دیتے تھے۔

ایک ادارے کے مہتمم ہونے کے باوجود آنے والے مہمان کا اس قدر خیال اور ساری ضرورتوں کو بذات خود پوری کرنا اور تمام امور کو خادمانہ انداز میں انجام دینا آج کے دور میں یقیناً نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہے ؎

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق

(۱۱) چھوٹوں کی حوصلہ افزائی:

حضرتؒ ہمیشہ اپنے چھوٹوں کو بھی بہت اکرام سے یاد فرماتے، کبھی بھی کسی کی دل شکنی ہو ایسا انداز اختیار نہ فرماتے، بندے کو جب بھی یاد فرماتے ''امام زبیر، امام الامام زبیر'' وغیرہ القاب ہی سے یاد فرماتے۔ مدرسے میں تین اساتذہ ہیں جن کے نام زبیر ہیں؛ لیکن جب بھی بندے کو یاد فرماتے ''امام'' ہی کے نام سے یاد فرماتے، یہ بات طلبا میں بھی اتنی معروف ہو چکی تھی کہ جب بھی کسی طالب علم سے کہتے کہ ''امام صاحب'' کو بلاؤ تو وہ طالب علم بندہ ہی کو بلاتا تھا۔ باری تعالیٰ حضرتؒ کو غریقِ رحمت فرمائے اور حضرتؒ کے عطا کردہ اس لقب کی لاج رکھنے کی توفیق دے۔

(۱۲) اجلاس میں حاضری کی پابندی:

جب بھی کوئی اجلاس ہوتا حضرتؒ از اول تا آخر، دعا ہونے تک پابندی سے شریکِ محفل رہتے تھے اور آنے والے مہمانوں کا خوب اکرام ہوتا اور پروگرام پیش کرنے والے طلبا کی بھی خوب حوصلہ افزائی فرماتے، انھیں انعامات سے نوازتے۔

درجۂ حفظ کے وہ طلبا جو تکمیل کرنے والے ہوتے ہیں وہ عام طور پر جمعرات کو پہلی دعا اپنے استاذ کے پاس کرواتے، اس کے لیے درجۂ حفظ میں ایک مختصر سی مجلس ہوتی، حضرتؒ اس نوع کی چھوٹی بڑی مجالس میں بھی بہت اہتمام سے حاضر ہوتے؛ بلکہ دیگر بعض اساتذہ کو بھی اپنے ہمراہ لے جاتے؛ تاکہ طالب علم اور اس کے استاذ کی حوصلہ افزائی ہو۔

''مشت نمونہ از خروارے'' کے طور پر یہ مفید چیزیں جو حافظے میں آئیں، لکھ دی ہیں۔ خدا قبول فرمائے! آمین ثم آمین!

(۱۳) حضرتؒ سے آخری ملاقات:

جمعہ کے دن مدرسے کے نائب مدیر مولانا زبیر صاحب اور مولانا سہیل آلونج سے بات ہوئی تو معلوم ہوا کہ حضرتؒ کو بڑودہ لے جانا ہے؛ چناں چہ بندہ جمعہ کے بعد ملاقات کے لیے حضرتؒ کے مکان پر حاضر ہوا، حضرتؒ سے ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے کہ: ''یہ لوگ مجھے بڑودہ لے جارہے ہیں تو کیوں لے جارہے ہیں؟'' بندے نے عرض کیا کہ وہاں ہمارے ادارے کے فضلاء ہیں، مفتی خلیق صاحب، مولانا عتیق وغیرہ ہیں، وہاں اچھا ہسپتال ہے، جہاں آپ کا ٹسٹ ہوگا، صرف رپورٹ کروا کر واپس ہونا ہے، حضرتؒ کی طبیعت اس وقت کافی ناساز تھی، جب حضرتؒ کو ان کے بڑے صاحبزادے جناب حاجی اقبال بھائی لے جانے لگے تو اب حضرتؒ نے اپنے خاص انداز میں سب کو رخصت کیا، دعاؤں کی درخواست اشارے سے کی؛ گویا یہ حضرتؒ سے آخری ملاقات تھی اور حضرتؒ نے ہمیں سلامِ وداع کہا اور ہمیشہ کے لیے ہم سب کو یتیم کرکے روتے ہوئے چھوڑ کر اپنے مولائے حقیقی کی بارگاہِ میں تشریف لے گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون، ان للہ ما أخذ و لہ ما أعطیٰ و کل شییء عندہ بأجل مسمی. ؎

جو تھے نوری وہ گئے افلاک پر
رہ گئے ہم مثلِ تلچھٹ خاک پر

(۱۴) پیغامِ زندگی:

حضرتؒ کی زندگی کے جن امتیازی پہلوؤں کو بندے نے تقریباً ۲۰/سالہ مصاحبت میں غور سے دیکھا ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) خدمتِ دین وخدمتِ خلق کا جذبہ اور ادارے کی ہمہ جہتی ترقی کی ہر ممکن کوشش۔

(۲) قرآن کریم سے والہانہ وعاشقانہ تعلق اور اہلِ قرآن کا دل سے اکرام۔

(۳) امت کی ہر نوع کی فکر اور ضروریات کی تکمیل کی ہر ممکن کوشش۔

(۴) اپنے بڑوں کا اکرام اور چھوٹوں کی حد درجہ حوصلہ افزائی۔

(۵) تواضع وعاجزی تو حضرتؒ کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

باری تعالیٰ ہمیں بھی حضرتؒ کی ان خوبیوں اور کمالات کو اپنی زندگی میں اتارنے کی توفیق بخشے! حضرتؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے! حسنات کو قبول فرمائے اور اپنی رضا وخوشی سے نوازے! ادارے کو حضرتؒ کا سچا جانشیں عطا فرمائے! آمین یارب العالمین!

دعا گو

زبیر احمد آچھودی

خادم

شعبۂ تجوید وقراءت دارالعلوم مرکز اسلامی انکلیشور

امام وخطیب مرکزی جامع مسجد